ہمالۂ عظمت

ایک قدسی صفات شخصیت کی چند یادیں

حافظ محمد ابراہیم فانی استاذ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

رنگ و آب زندگی سے گل بدامن ہے زمیں
بادشاہوں کے بھی کشت عمر کا حاصل ہے گور
موت تجدید مذاق زندگی کا نام ہے

سینکڑوں خوں گشتہ تہذیبوں کا مدفن ہے زمیں
جادۂ عظمت کی گویا آخری منزل ہے گور
خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے
(اقبالؒ)

نقش اول زندگی میں بعض لمحات ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی یادیں مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ محو ہونے کی بجائے دن بدن تازہ ہو جاتی ہیں۔ اور بعد میں انسان ان ساعات کو حاصل زیست سمجھتا ہے۔ بندہ بھی ان خوش نصیب انسانوں میں اپنے آپ کو شمار کرتا ہے۔ جنہوں نے بعض قدسی صفات اور ملکوتی فطرت شخصیات کا شرف زیارت حاصل کیا۔ اور الحمدللہ یہ میرے لیے ایک در بے بہا اور گوھر گرانمایہ ہے۔

؎ شمع رخسار تو تا روشن دریں کاشانہ بود
چشم ما پروانہ و مژگان پر پروانہ بود
جوھر زاھد بیک پیمانۂ مے یافتم
دیدہ جوھر شناس ماہمیں پیمانہ بود
(ناصر علی سرہندی)

بندہ کے والد محترم حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب صدرالمدرسین دارالعلوم حقانیہ قدس سرہٗ نے دارالعلوم حقانیہ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب کے ساتھ تقریباً چھبیس سال گزارے تھے۔ اور حضرت الشیخ رحمۃ اللہ کے ساتھ میرے والد صاحب مرحوم کے نہ صرف دارالعلوم حقانیہ کی تدریس کے آغاز سے مراسم تھے بلکہ دارالعلوم دیوبند میں بھی ان دونوں کا تعلق رہا۔ چنانچہ جب تقسیم ہند کے بعد حضرت الشیخ نے یہاں اکوڑہ خٹک میں دارالعلوم حقانیہ کی بنیاد رکھی۔ تو اس کے چند سال بعد حضرت والد صاحب مرحوم کو یہاں دارالعلوم حقانیہ میں تدریس کے لیے فرمایا۔ چنانچہ آپ اپنے رفیق دیرینہ کے ساتھ خدمت دین متین میں مصروف ہوگئے۔ چونکہ حضرت والد صاحب زمانہ طالبعلمی ہی سے مریض رہتے۔ اس لیے چند مہینے بعد آپ بیماری کے باعث واپس اپنے گاؤں زروبی تشریف لائے۔ علاج معالجے کے بعد آپ دوبارہ دارالعلوم حقانیہ میں درس و تدریس میں مصروف ہوگئے اور تادم واپسیں اس ادارہ کے ساتھ منسلک رہے

جان ہی دے دی جگرنے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بیقراری کو قرار آ ہی گیا

اس دوران آپ کو کئی دیگر مدارس اور جامعات سے پرکشش پیشکشیں کی بھی گئیں لیکن آپ نے ان کی طرف کسی قسم کا التفات نہیں کیا۔ حضرت والد صاحب اپنے فطری رعب اور شان جلالی کی وجہ سے ایک منفرد مقام کے حامل تھے۔ اسی وجہ سے دیگر اساتذہ واصلہ آپ کے سامنے آنے سے کتراتے۔ پھر بھی اگر ایکطرف حضرت والد صاحب مرحوم پر جلال کا غلبہ تھا تو دوسری جانب حضرت الشیخ جمال کی مجسم تصویر تھے۔ اور جمال و جلال کے اس حسین امتزاج نے دارالعلوم حقانیہ کے افق پر ایک خوبصورت قوس قزح کا سماں باندھا تھا افسوس کہ وہ دونوں قدسی صفات ہستیاں اس کاخ رنگ و بو کو ویران کرکے چل گئیں ؎

وکنا کندمانی جذیمة حقبة
من الدهر حتی قیل لن یتصدعا
فلما تفرقنا کانی و مالکا
لطول اجتماع لم نبت لیلة معا

"مدتوں ہم جذیمہ کے دوستوں اور ندیموں کی طرح اکھٹے رہے یہاں تک کہ لوگوں نے کہا کہ یہ لوگ کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے اور جب ہم بچھڑ گئے تو ایک طویل دوستی کے بعد ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ گویا میں نے اور مالک نے ایک رات بھی ساتھ بسر نہیں کی۔"

تو راقم اپنی پہلی ملاقات اور نقش اول کا ذکر کر رہا تھا۔ اس وقت میری عمر تقریباً گیارہ سال تھی۔ میں چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا۔ تعطیلات گرما میں حضرت والد صاحب مرحوم کے ساتھ تین چار دنوں کے لیے یہاں آیا۔ اس دوران حضرت الشیخ کے دیدار پرانوار اور شرف ملاقات سے شرفیاب ہوا۔ ظاہر بات ہے کہ اس وقت میں آپ کی شخصیت پر کیا سمجھتا۔ بس ایک نورانی چہرہ۔ خوبصورت داڑھی جس میں کافی بال سیاہ تھے سفید عمامہ، اور آنکھوں پر نظر کی عینک۔ پھر جب ۱۹۶۲ء میں دارالعلوم حقانیہ کے پرشکوہ جلسہ دستار بندی کا اہتمام ہوا۔ اس میں برصغیر کے نامور علماء، فضلاء اور مشائخ شرکت کے لیے آئے تھے۔ اور تقریباً دس سال بعد اس جلسے کے انعقاد کا اعلان ہوا تھا۔ اور اس میں ان دس سالوں میں فارغ شدہ فضلاء کی دستار بندی بھی تھی۔ چونکہ ایک طویل مدت اور کافی انتظار کے بعد اس جلسے کا اعلان ہوا تھا اس لیے ہزاروں کی تعداد میں لوگ اس میں شرکت کے لیے دور دراز علاقوں سے آئے تھے۔ وہ لوگ نہ صرف ان جید علماء کرام اور اکابر ملت و اساطین امت کے خیالات سے مستفید ہوئے بلکہ لغت میں "یکجا" ان کی زیارت سے بھی باریاب ہوئے۔

چنانچہ مقررہ تاریخ پر بندہ نے حضرت والد صاحب سے اصرار کیا کہ میں ضرور اس جلسے کے لیے جاؤں گا اور اسی طرح نازاں و خراماں ان کے ساتھ روانہ ہوا۔ اس وقت تو یہ تصور نہیں تھا کہ بڑے بڑے جلیل القدر علماء و مشائخ کی ملاقات اور ان کی زیارت نصیب ہو گی بلکہ سنا تھا کہ جلسہ دستار بندی میں میلے کا سا سماں ہوتا ہے اس لیے اس میں شرکت کے لیے دل بے تاب تھا۔ یہاں آیا تو دیکھا کہ واقعی ایک میلے کا سماں ہے۔ عوام کا ایک عظیم اجتماع ہے اور جب بھی دارالعلوم حقانیہ کی جامع مسجد کے لاؤڈ سپیکر سے اعلان ہوتا ہے کہ اب فلاں مولانا تشریف لا رہے ہیں آپ لوگ ان کے استقبال کے لیے دو طرفہ کھڑے ہوں۔ تو آناً فاناً سڑک پر ایک جم غفیر جمع ہو جاتا مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ عصر کے وقت حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ کی تقریر تھی۔ آپ کی تقریر کا موضوع عقائد اہل السنت والجماعت۔ بہرحال وسیع و عریض سٹیج پر نورانی چہروں نے ایک عجیب روحانی منظر کا دلربا نقشہ پیش کیا تھا۔ آہ وہ لمحات، وہ ساعات

عمر دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

وہ پرانی صحبتیں یاد آ رہی ہیں — چراغوں کا دھواں دیکھا نہ جائے
زمیں لوگوں سے خالی ہو رہی ہے — یہ دور آسماں دیکھا نہ جائے

قران السعداء

بات جلسہ دستار بندی اور اس میں اکابر علماء کی شرکت کی ہو رہی تھی، اس جلسے میں قطب الاقطاب ولی کامل سرحد کے شاہ ولی اللہ دیہ لقب حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ نے جنازہ کے بعد قبر پر خطاب فرماتے ہوئے حضرت مولانا کو دیا تھا، حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتویؒ کا اسم گرامی بھی تھا اور ان کے ساتھ یہ بھی تحریر تھا کہ ایک نشست کی صدارت آپ فرمائیں گے چنانچہ چار بجے دن آپ کی آمد کا اعلان ہوتے ہی لوگوں کا ایک سیل بیکراں آپ کے استقبال کے لیے سڑک کی دونوں طرف کھڑا ہوا۔ دارالعلوم حقانیہ کے صدر دروازے سے لے کر پھاٹک تک تقریباً دو فرلانگ میں سڑک کے دونوں کنارے لوگوں سے کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے چنانچہ جب آپ تشریف لائے تو لوگوں کے شدید اصرار پر پھاٹک ہی کے پاس گاڑی سے اتارے گئے۔ اس وقت آپ انتہائی کمزور تھے۔ لیکن آپ کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ہر شخص بے تاب تھا چنانچہ اسی رعایت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ایک طالبعلم آپ کو کاندھے پر سوار کر کے مدرسے تک لے آیا۔ راستے میں جی بھر کے لوگوں نے اس ولی کامل اور قطب وقت کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور خود بندہ بھی آپ کی زیارت سے سیر چشم ہوا

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است
افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است

زہے قسمت کہ حضرت غورغشتوی صاحبؒ کی فرودگاہ حضرت والد صاحب قدس سرہٗ کی اقامت گاہ تھی۔ چنانچہ یہاں لائے گئے اور اس کے ساتھ عوام کا ایک سیلاب بھی لوٹ پڑا۔ مجبوراً منتظمین کو دروازہ بند کرنا پڑا۔ اور زیارت میں آسانی کے لیے کھڑکی کے سامنے آپ کے لیے چارپائی رکھدی گئی اور معتقدین آپ کی ایک جھلک دیکھ کر واپس چلے جاتے۔ جونہی آپ یہاں لائے گئے، حضرت الشیخ قدس سرہٗ نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ آپ کے سامنے باادب بیٹھ گئے۔ اور آپ سے خیریت دریافت کی اور بندہ نے یہ پرکیف سماں بھی دیکھا کہ وقت کی دو جلیل القدر ہستیاں حضرت شیخ الحدیث مولانا غورغشتویؒ کے پاؤں داب رہی ہیں۔ سعداء کا عجیب و غریب قران تھا۔ آہ وہ منظر وہ سرور وہ کیف! مگر بقول غالب

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہو گئیں

"وما ریح الریاض لہا ولکن
کساھا دفنھم فی الترب طیبا

"یہ جو باغات میں خوشبو ہے سو وہ ان کی نہیں بلکہ ان کے مٹی میں مدفون ہونے نے باغوں کو خوشبو کا لباس پہنا دیا ہے۔"

رات کو کچھ دیر کے لیے آپ نے ایک نشست کی صدارت کی۔ لیکن پھر اپنی کمزوری اور ضعف کی وجہ سے واپس اپنی فرودگاہ تشریف لائے۔ رات کے پچھلے پہر مولانا احتشام الحق تھانوی کی تقریر تھی۔ چونکہ رات کا کافی حصہ بیت چکا تھا اور سامعین پر نیند کا غلبہ تھا۔ چنانچہ مولانا تھانوی کو کسی نے رقعہ دیا کہ تقریر سے پہلے کچھ تلاوت فرمائیں۔ تو آپ نے سورۃ اعلیٰ کی تلاوت اپنی مخصوص لے اور نرالے انداز میں

فرمائی جس سے پورا مجمع ایک مسحور کن کیفیت سے سرشار ہوا، اور اتنی مدت کے گزرنے کے باوجود آج بھی اپنی قوت سامعہ سے اس کی حلاوت محسوس کر رہا ہوں۔

وہ کب کے آئے ہیں اور گئے بھی نظر میں اب تک سما رہے ہیں
وہ چل رہے ہیں یہ پھر رہے ہیں یہ آ رہے ہیں وہ جا رہے ہیں
(جگر مراد آبادی)

انتظام و انصرام مدرسہ میں انہماک حضرت الشیخ قدس سرہ کو اپنے لگائے ہوئے پودے دار العلوم حقانیہ کی تعمیر و ترقی کی از حد فکر تھی وہ اپنی اس لیلائے مقصود کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوتے اور سچ پوچھئے تو ان کا اوڑھنا بچھونا ہی یہی تھا اور نہ معلوم کتنی گرم و سرد راتیں اس بندہ خدا نے اللہ کے حضور گڑگڑا کر بغیر ایک لمحہ کے آرام کے دعاؤں میں گزار دیں۔

تتجافیٰ جنوبهم عن المضاجع يدعون ربهم۔	ان کے پہلو خواب گاہوں سے علیحدہ ہیں۔ اس طور سے کہ وہ لوگ اپنے رب کو پکارتے ہیں۔
والذين يبيتون لربهم سجداً وقياماً	اور وہ جو اپنے رب کے لیے رات سجدہ اور قیام میں گزارتے ہیں

میں نے دیکھا کہ حضرت الشیخ دستار بندی سے پہلے دس سالہ کارگزاری سنا رہے ہیں۔ مختلف مدات کے حساب و کتاب اور آمد و خرچ کی تفصیل بتا رہے ہیں۔ تقریباً تین گھنٹے سے مسلسل آپ نے کھڑے ہو کر یہ تفصیل سنائی لیکن پھر بھی آپ پر تھکن کا نام و نشان تک نہیں تھا اور یہی معاملہ اخیر تک آپ کا جاری رہا بیماری کے دوران بھی جب معمولی افاقہ محسوس فرماتے تو دار العلوم کے بارے میں پوچھتے دوپہر کو جب آپ اپنے سبق کے گھنٹے سے فارغ ہو جاتے تو مہمانوں اور زائرین کا ایک ہجوم آپ کا منتظر رہتا۔ ان سے بات چیت کرنے کے بعد دفتر میں مولانا سلطان محمود صاحب ناظم صاحب کے ساتھ مصروف ہو جاتے۔ پھر بمشکل تمام ظہر کی نماز کے لیے فارغ ہو جاتے، کئی سالوں تک تو آخری گھنٹہ بھی آپ کے پاس رہتا۔ اس کو پڑھانے کے بعد گھر تشریف لے جاتے۔

سرزنش کا نرالا انداز پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت الشیخ شفقت و جمال کے مظہر تھے تو حضرت والد صاحب (جو کہ طالبعلم برادری میں صدر المدرسین کی نسبت سے صدر صاحب کے لقب سے معروف تھے) ہیبت و جلال کے پیکر تھے چنانچہ جب طالبعلم مدرسہ کے اصول کے منافی کوئی کام کرتے ہڑتال وغیرہ کے لیے پر تولتے یا ناجائز مطالبہ کے لیے مدرسہ کے انتظامیہ پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کرتے۔ تو حضرت الشیخ حضرت صدر صاحب کے ساتھ مشورہ فرماتے چنانچہ طالبعلم جمع کر لیے جاتے مسجد یا دار الحدیث میں حضرت صدر صاحب ان سے خطاب فرماتے

آپ کے اٹھتے ہی طلبہ پر سکوت مرگ طاری ہو جاتا پہلے تو آپ خوب طلبہ کی سرزنش فرماتے۔ کہ یہ آپ لوگ کیسی حرکتیں کر رہے ہیں یہ طلبائے علم دین کا شیوہ نہیں۔ مہذب طریقہ سے آپ کو چاہیئے تھا کہ مدرسہ کے ارباب انتظام و اہتمام کو اپنے مطالبات پیش کرتے پھر اگر آپ کے جائز مطالبات میں لیت و لعل سے کام لیا جاتا تو حدود و قیود اور اپنے مقام کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ کو کچھ کرنے کی اجازت تھی۔ کیونکہ بلا وجہ اشتعال یہ کہاں کا انصاف اور کہاں کا دین ہے۔ حضرت صدر صاحب کی پر جلال تقریر کے بعد حضرت شیخ الحدیثؒ خطاب کے لیے آئے۔ ان کا انداز بالکل جدا گانہ ہوتا۔ انتہائی پیار و محبت اور اخلاص و شفقت کے ساتھ طلبہ کو سمجھاتے، اور اس طرح معاملہ پھر رفع دفع ہو جاتا۔ طلبہ حیران رہ جاتے کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ حضرت صدر صاحبؒ نے تو طلبہ کو اتنا ڈانٹا اور حضرت الشیخؒ نے اس کے بالکل برعکس طلبہ کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کیا، گویا کچھ ہوا ہی نہیں بعد میں معلوم ہو جاتا کہ یہ سب کچھ ان دونوں شیخین کے مشورہ سے ہوا ہے۔

ایک عجیب وصف یوں تو حضرت الشیخؒ مجموعہ محاسن تھے۔ بقول کسے

؎ اے تو مجموعۂ خوبی بچہ نامت خوانم

آپ کی ہر ہر ادا قابل تقلید ہوتی۔ ہر عمل ایک نمونہ ہوتا۔ ہر بات آب زر سے لکھنے کے قابل ہوتی۔ یہاں پر آپ کے اوصاف و کمالات کا استقصاء مقصود نہیں۔ اس لئے کہ

؎ سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کیلئے

اور سچ بات تو یہ ہے کہ آپ کی شخصیت پر کام کرنا فرد واحد کا کام نہیں بلکہ اس کے لیے ایک مستقل ادارہ اور اکیڈیمی کی ضرورت ہے تاکہ آئندہ نسلوں کے لیے ایک مثالی اور قابل تقلید نمونہ رہے۔ ورنہ بذات خود آپ کی شخصیت تلقیب و توصیف کی محتاج نہیں۔

؎ زعشق ناتمام ما جمال یار مستغنی است
بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را

تو بات یہاں پر ایک خاص وصف کی کر رہا تھا جو کہ اسی اہتمام کے ساتھ شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آیا ہے۔ وہ یہ کہ جب حضرت الشیخ تشریف فرما ہوتے۔ تو جب کوئی مہمان آتا۔ اس کی خوب خاطر تواضع فرماتے جب وہ رخصت ہوتے وقت دعا کی درخواست کرتا تو آپ پوری یکسوئی کے ساتھ اس کے لیے اور اس کے شرعی مقاصد کی تکمیل کے لیے دست بدعا ہوتے وہ چلا جاتا تو اسی محفل میں بیٹھا ہوا دوسرا مہمان رخصت ہوتے وقت دعا کی درخواست کرتا حالانکہ ابھی اس کے سامنے آپ نے عمومی دعا بھی فرمائی ہے۔ پھر حضرت الشیخ اسی انہماک اور الحاح سے اس کے لیے دست بدعا ہو جاتے اور جبین مبارک پر کسی قسم کی بدمزگی یا شکن نہیں بار ہا ایسا ہوا۔ آپ کسی ضروری

مسئلہ کی وضاحت فرما رہے ہیں یا اہم بات ہو رہی ہے اور درمیان میں اس قسم کا "جملہ معترضہ" واقع ہو جاتا۔ ارشاد ربانی ہے۔

ولو کنت فظاً غلیظ القلب لا نفضوا من حولك۔	اور اگر آپ تند خو سخت طبیعت ہوتے۔ تو یہ آپ کے پاس سب منتشر ہو جاتے۔

گویا آپ کا یہ عمل اس آیہ کریمہ کے اتباع میں ہوتا۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

ان من المعروف ان تلق اخاك بوجه طلق۔	نیکی میں سے یہ بھی ہے کہ تم اپنے (مسلمان) بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملو۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت الشیخؒ کے اسی مشفقانہ رویہ نے لوگوں کو آپ کا گرویدہ بنایا تھا۔

قادیانیت کے خلاف جدوجہد حضرت الشیخؒ ہمارے دیگر اکابر کی طرح اس فتنہ (جس کو مولانا ابوالحسن علی ندوی نے نبوت محمدی کیخلاف ایک بغاوت سے تعبیر کیا ہے) کے بارے میں انتہائی حساس تھے۔ اور اس کے خلاف کسی بھی موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ ہمارے گاؤں میں اس کے خلاف جلسہ تھا چنانچہ حضرت الشیخؒ کو بھی دعوت کی زحمت دی گئی آپؒ نے بخوشی قبول فرمائی۔ اور آپ کے ساتھ اس میں شرکت کے لیے حضرت امیر شریعت سید گل بادشاہ صاحب امیر جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سرحد کو بھی دعوت دی گئی تھی۔ چنانچہ آپ دونوں تشریف لائے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ، مولانا سید گلبادشاہ صاحب کی مدلل اور لطیف مزاح پر مشتمل تقریر سے بہت محظوظ ہوئے واپسی پر یہ دونوں حضرات انتہائی خوشگوار موڈ میں تھے۔ حضرت الشیخؒ امیر صاحب کی باتوں سے بہت خوش ہوئے۔ راستے میں امیر صاحب نے مرزا قادیانی کے عجیب لطائف سنائے اور حضرت الشیخؒ استغفر اللہ پڑھ کر تبسم فرماتے۔

جب قادیانیت کے خلاف ملک گیر تحریک حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی قیادت میں چلائی گئی اور اسی تحریک کے طفیل مرزائی ذریت ۷ ستمبر کو غیر مسلم اقلیت قرار دی گئی تو آپ کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔

احترام اساتذہ حضرت الشیخؒ نے اساتذہ کرام کا از حد احترام فرماتے۔ حتیٰ کہ ان کے صاحبزادگان کے ساتھ بھی اساتذہ جیسا سلوک کرتے۔ اس ضمن میں صاحبزادہ محترم حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی مدظلہ کے ساتھ حضرت الشیخؒ کی ملاقات کا مشاہدہ راقم نے بچشم خود کیا ہے اس کو دیکھ کر یہ گمان بھی نہیں گزرتا کہ حضرت الشیخؒ آپ کے استاد بھی ہیں جب استاد کے صاحبزادے کے ساتھ آپ کے احترام کا یہ عالم تھا۔ تو خود اپنے شیوخ کے احترام کا کیا عالم ہو گا۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

مشائخ و اکابر کے ساتھ عقیدت حضرات اکابر کے ساتھ حضرت الشیخ قدس سرہٗ کی انتہائی عقیدت تھی۔ آپ کی کوئی مجلس بھی ان حضرات کے ذکر سے خالی نہیں ہوتی۔

من احب شیئاً اکثر ذکرہ

ما ہرچہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الا حدیث یار کہ تکرار میکنیم!

تعلیمی سال کی افتتاحی تقریب میں اکثر ان کا تذکرہ بڑے دلنشین انداز میں فرماتے۔ کبھی حضرت بانی دارالعلوم دیوبند کا تذکرہ ہوتا کبھی حضرت گنگوہی کے وصف میں رطب اللسان ہوتے کبھی حضرت شیخ الہند اور مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی کی باتیں فرماتے تو کبھی حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کی یاد سے مشام جان کو معطر فرماتے۔ اسی طرح سیاسی زعماء میں امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے از حد مداح تھے۔ ایک دفعہ راقم نے آپؒ سے مولانا سندھیؒ کے ساتھ ملاقات کے بارے میں پوچھا۔ تو فرمایا کہ ایک دن دیوبند میں یہ خبر پھیلی کہ مولانا سندھی تشریف لاتے ہیں تو ہم ساتھی انتہائی خوش ہوئے کہ ایک پیکر عزیمت کی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل کریں گے۔ انہی دنوں آپ طویل جلاوطنی کے بعد اپنے وطن ہندوستان تشریف لائے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم دیدہ و دل فرش راہ کیے آپ کے انتظار میں تھے۔ کہ اتنے میں ایک شخص سانولہ رنگ ہاتھ میں عصا، نحیف بدن، درمیانہ قد کلاہ و دستار سے بے نیاز سر کیساتھ نمودار ہوا۔ کسی نے کہا یہ ہیں مولانا سندھی۔ ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ یہ ہیں وہ عظیم الشان شخصیت جن کی انقلاب آفریں جدوجہد سے ایک دنیا آشنا ہے۔ انتہائی خواہش کے باوجود آپ کی جلالت شان کو دیکھ کر کسی میں یہ جرأت نہ ہوئی کہ آپ کے ساتھ مصافحہ کرتا اسی طرح ایک مجلس میں حضرت امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کا ذکر چھیڑا گیا۔ تو فرمایا کہ واقعی ایک عظیم المرتبت شخصیت تھے۔ خدا نے اس کو بلا کا حافظہ عطا فرمایا تھا۔ ان کی نماز کی کیفیت عجیب تھی جس کو دیکھ کر انسان کو رشک آتا تھا۔ امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری کے بارے میں فرمایا کہ تحفظ ختم نبوت، مرزائیت کے خاتمہ اور تحریک استخلاص وطن میں آپ کے کارنامے اور کردار انتہائی نمایاں ہے سرزمین ہند نے آج تک اردو میں اس جیسا خطیب پیدا نہیں کیا

پیکر شفقت طلبہ کے ساتھ حضرت الشیخ کی شفقتیں اتنی بے پایاں ہیں کہ ان کو حیطۂ تحریر میں لانا گویا لانا ہے جوئے شیر کا اور حقیقت یہ ہے کہ اس وصف میں آپ کا اپنے معاصرین میں کوئی بھی ہم پلہ نہ تھا حتیٰ کہ بلا مبالغہ آپ اپنے والدین سے بھی زیادہ شفیق تھے۔ اور اس میں

آپ کے ہاں بڑے یا چھوٹے طالب علم کا امتیاز نہیں تھا۔ بندہ نے ختم حفظ قرآن کی تقریب میں تمام اساتذہ کرام کو دعوت دی۔ بعد العصر حضرت الشیخ کی مسجد کو گیا۔ وہاں پر حضرت کے سامنے ان کے صاحبزادے حضرت الاستاذ مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کو اس میں شرکت کی دعوت دی اور حضرت الشیخ کو دعوت دینے سے حیا آتی تھی اور یہ بھی خدشہ تھا کہ شاید آپ شرکت فرمائیں گے یا نہیں بہرحال جب تقریب کا وقت قریب آیا۔ تو حضرت والد صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ تم نے حضرت الشیخ کو دعوت دی ہے یا نہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ اس پر آپ انتہائی غصہ ہوئے۔ فرمایا جلدی جاؤ۔ چنانچہ میں فجر کی نماز سے پہلے آپ کی مسجد کو گیا۔ اور آپ کو مدعا بیان کیا تو آپ نے تبسم فرماتے ہوئے کہا کہ تم نے تو کل مجھے نہیں کہا حالانکہ میرے سامنے انوار الحق کو دعوت دی میں احساس ندامت سے پسینہ پسینہ ہو گیا۔ نماز کے بعد مجھے اپنے ساتھ کار میں بٹھایا۔ اور اس ختم قرآن کی محفل میں شرکت فرمائی۔

ؔ وہ نہیں تو اسے قمران کی نشانی ہی سہی
داغ فرقت کو لگاتے پھر رہے ہیں دل ہم

معرکۂ انتخابات میں | اس بارے میں بہت سے حضرات نے بہت کچھ لکھا ہے۔ بندہ صرف ایک واقعہ پر جو کہ حضرت الشیخ کی عظمت پر دال ہے اکتفا کرتا ہے۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں آپ کا مقابلہ نیشنل عوامی پارٹی کے مضبوط امیدوار اجمل خٹک کے ساتھ تھا۔ وہ مقابلہ انتہائی سخت اور تمام ملک کی نگاہیں اس حلقہ انتخاب پر لگی ہوئی تھیں جیسا کہ اس انتخاب میں مولانا مفتی محمود قدس سرہ کا مقابلہ پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ تھا اور اس حلقہ پر بھی ملک کی نگاہیں مرکوز تھیں۔ ایک انتہائی سخت اور دلچسپ مقابلے کے بعد حضرت الشیخ فتح و نصرت سے ہمکنار ہوئے۔ اس کے بعد قومی اتحاد کے امیدوار کی حیثیت سے آپ نے انتخابات میں حصہ لیا۔ یہ مقابلہ دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی اہم بھی تھا۔ کیونکہ اس دفعہ آپ کا مقابلہ اس وقت کے وزیر اعلیٰ نصر اللہ خٹک کے ساتھ تھا۔ اس نے تمام حربے استعمال کیے اور بعض ایسی حرکتیں بھی کیں جو کسی بھی طور پر اخلاقیات کے زمرے میں نہیں آتی تھیں۔ انتخابات کے روز جب ہمارے پولنگ ایجنٹ اپنے ساتھ مختلف انتخابی مراکز سے نتائج لائے تو ہم دفتر دار العلوم میں وہ نتائج وصول کرنے کے بعد جمع کرتے۔ ریڈیو پر صرف ایک دفعہ مولانا کا نام لیا گیا اور وہ بھی اس وقت جب نصر اللہ خٹک معمولی لیڈ پر جا رہے تھے۔ اس کے بعد نام نہیں لیا ہم رات کو دیر تک بلکہ تمام رات بیٹھے نتائج بھی سن رہے تھے اور اپنے حلقہ کے موصول شدہ اعداد بھی جمع کر رہے تھے۔ صرف دو پولنگ سٹیشنوں کا نتیجہ باقی تھا۔ دیگر تمام مراکز سے نتائج آتے تھے۔ ہمارے پاس جو صورتحال تھی۔ اس میں حضرت الشیخ کو ۲۵ ہزار ووٹوں کی سبقت حاصل تھی۔ ریڈیو پر تمام ملک کے انتخابی حلقہ جات کے نتائج آ رہے تھے اور وقتاً فوقتاً نشر کیے جا رہے تھے لیکن حلقہ نمبر ۵ کا ذکر تک نہ تھا۔ (یہ حضرت الشیخ کا انتخابی حلقہ تھا) مولانا سمیع الحق صاحب نے محکمہ اطلاعات کو فون کیا کہ کیوں مولانا کا نتیجہ رکوایا گیا ہے۔ بہرحال جب صبح حضرت الشیخ دار العلوم حقانیہ تشریف لائے عوام کا ایک جم غفیر سویرے ہی جمع ہو گیا تھا۔ بندہ نے سب سے پہلے آپ کو عظیم الشان اور دو لاک کامیابی پر مبارکباد دی۔ آپ نے انتہائی انکساری سے فرمایا۔ کہ بچے ابھی تو اعلان بھی نہیں ہوا اور دو پولنگ سٹیشنوں کا نتیجہ بھی باقی ہے ؎

خاکساری نے دکھائیں رفعتوں پر رفعتیں
اس زمین پست نے کیا کیا سماں پیدا کئے

راقم کا شرف تلمذ | ۱۹۷۸ء میں راقم الحروف دورۂ حدیث پڑھ رہا تھا لیکن بدقسمتی سے اس سال حضرت الشیخ قدس سرہٗ بیمار تھے۔ اور اگر کچھ افاقہ بھی ہو جاتا تو بھی ضعف و نقاہت انتہائی عروج پر تھی۔ اس سال ہم تقریباً ڈیڑھ سو سے زائد ساتھی دورۂ حدیث میں شریک تھے تمام شرکاء کو اس بات کی شدید خواہش تھی کہ حضرت الشیخ کو اللہ تعالیٰ صحت کاملہ عطا فرمائے۔ تاکہ ہم آپ کے تلمذ کا شرف حاصل کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کچھ دنوں کے لیے صحت سے نوازا اسی قدر کہ آپ مدرسہ تشریف لا سکتے۔ ہمارے چند ساتھی مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے پاس چلے گئے اور ان سے مدعا بیان کیا کہ اگرچہ ہمیں یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ حضرت الشیخ کی صحت انتہائی کمزور ہے اور فی الحال آپ درس و تدریس کے قابل نہیں۔ لیکن اگر حضرت الشیخ ایک دن کے لیے دار الحدیث تشریف لائیں اور ہمیں اپنے حلقہ تلمذ میں شرکت کی سعادت سے نوازا تو یہ ہماری انتہائی خوش قسمتی ہو گی۔ چنانچہ مولانا سمیع الحق صاحب نے وعدہ فرمایا کہ جب بھی آپ کی طبیعت میں کچھ بشاشت ہو تو ان کو آپ لوگوں کی خواہش کا اظہار کروں گا۔ چنانچہ آپ نے حسب وعدہ ان کے سامنے ہمارا مدعا بیان کیا۔ حضرت الشیخ نے حامی بھر لی جس دن آپ دار الحدیث تشریف لائے۔ عجیب کیف و سرور کا عالم تھا۔ شرکاء دورۂ حدیث کے علاوہ فنون کے اکثر طلبہ بھی دار الحدیث میں جمع ہو گئے۔ اس طرح چند دنوں تک ترمذی شریف کی کتاب الحج کے چند ابواب میں ہم نے آپ سے درس لیا اور یوں اس سلسلۃ الذہب میں ہمارا نام بھی آ گیا۔ زہے نصیب۔

ؔ اجازت ہو تو آ کر میں بھی شامل ان میں ہو جاؤں
سنا ہے کل تیرے در پر ہجوم عاشقاں ہو گا

سلیس انداز تدریس | اللہ تعالیٰ نے آپ کو تدریس کا سہل ترین انداز اور تفہیم کا عجیب ملکہ عطا فرمایا تھا۔ اس وجہ سے ہر قسم کے ذہن کے طلب آپ سے یکساں طور پر مستفید ہوتے۔ آپ کا درس کیا تھا گویا

(باقی ص۱۳۸ پر)

"لباس التقوىٰ ذٰلك خير"

بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے

GulAhmed

TEXTILE MILLS LTD.

Sattar Chambers 29, West Wharf Road
Karachi Tel: 202704-8